کتاب المجتنیٰ

از جناب مولوی محمد عبدالبصیر صاحب عتیقی آزاد سیوہاردی

انسانی زندگی حقیقت میں اقوال کا مجموعہ اور اقوال انسانی زندگی کے تجربات کا نچوڑ ہیں۔ انبیاء کرام سلاطین، حکماء، فلاسفہ اور شعراء کے اشعار و امثال و اقوال کے مطالعہ سے قوائے عقلی کو ابھرنے اور نشوونما پانے کا موقع ملتا ہے۔ اثر انگیزی کے میدان کا مالک تنہا شعر ہی نہیں ہے بلکہ قول بھی ہے۔ بسا اوقات ایک معمولی سا قول جو حقائق حیات پر مشتمل ہوتا ہے انسانی زندگی میں ایک ایسا انقلاب عظیم پیدا کر دیتا ہے۔ جو ایک زمانہ تک دنیا کو متحیر بنائے رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اقوال اور ضروب الامثال کو عقلاء نے اخلاق کی اصلاح و تربیت کا سب سے زیادہ کامیاب حربہ تسلیم کیا ہے۔

یہ قول ہی کی قوت و طاقت ہے کہ وہ ہم کو محسوسات کے دائرہ سے نکال کر گذشتہ اور آئندہ حالتوں کو ہماری موجودہ حالت پر غالب کر دیتا ہے۔ وہ پھول جو اختصار، حصولِ مطلب حُسن تشبیہ کی پنکھڑیوں سے بنائے گئے ہوں اقوال و امثال ہی ہیں۔ اقوال کو لائحۂ کار اور دستور العمل بنانے سے انشاء پرداز کی تحریر چست اور مقرر کی تقریر دلپذیر بن جاتی ہے۔

یہی وہ اسباب ہیں جن کی بناء پر امیر المومنین خلیفۂ رسول اللہ حضرت عمر فاروقؓ نے حکم صادر فرمایا:-

ارو وا اولادکم ما سار من المثل ؏ اپنی اولاد کو امثال اور عمدہ شعر یاد

واحسن من الشعر[۱] کرایا کرو۔

اور سلاطینِ اسلام نے اپنے خصوصی عطایا اور داد و دہش کے ذریعہ اہل تصنیف و تالیف کو اس پر آمادہ کیا کہ وہ چیدہ امثال اور منتخب اشعار کے مجموعے مرتب کریں۔ چنانچہ اُن کی اس توجہ نے عربی و فارسی زبان میں ایسی کتابوں کے انبار لگا دیے۔ لیکن جب سے حکومت عثمانیہ کی قوت و طاقت میں اضمحلال پیدا ہوا اور بالآخر وہ پارہ پارہ ہو کر رہ گئی، ادھر ہندوستانی حکومت کی باگ ڈور مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل کر دوسروں کے ہاتھوں میں چلی گئی۔ اُس وقت سے امثال و اقوال کا ایسا کوئی قابلِ ذکر مجموعہ عربی و فارسی زبان میں شائع نہیں ہوا جو نونہالانِ چمن کے خشک شدہ علمی سُوتوں کو سیراب کرے اور اُنہیں ایسی قوت و توانائی بخشے جو اُن کو میدانِ عمل میں اُترنے اور کامیاب ہونے کے قابل بنا سکے۔

البتہ آئے دن مغربی زبانوں میں اس قسم کی کتابیں شائع ہوتی رہتی ہیں بلکہ ہر مشہور آدمی کے مقولے خوبصورت جیبی کتابوں کی شکل میں پیش کیے جاتے ہیں۔ شائقین علم و ادب ان کتابوں کو ہاتھوں ہاتھ لے لیتے ہیں اور صاحبِ ثروت ان کے مؤلفین کی گرانقدر مالی اعانت سے حوصلہ افزائی فرماتے ہیں۔

مقامِ شکر و مسرت ہے کہ مغلیہ سلطنت کی واحد یادگار "مملکت آصفیہ" اب بھی ہماری دستگیری کے لیے موجود ہے بلکہ اپنے فرمانروا سلطان العلوم اعلیٰ حضرت میر عثمان علی شاہ دکن و برار کی بدولت ایسے مرتبہ پر پہنچ گئی ہے کہ اس کو مختلف حیثیتوں سے بہت سی آزاد اور خود مختار حکومتوں کی صف میں کھڑا کیا جا سکتا ہے۔ اور علوم مشرقیہ کی اشاعت اور اُن کی بقا و حیات کے مسئلہ پر جب کوئی مفکر بحث کرتا ہے تو اس کے لیے اعلیٰ حضرت سلطان العلوم خلد اللہ ملکہ و سلطنہ

[۱] البیان والتبیین للجاحظ ص ۲۱۳ جلد ۱۔

کا تذکرہ ضروری ہو جاتا ہے کیونکہ ہندو، مسلمان، عیسائی، پارسی کا کونسا ایسا مشہور علمی و تحقیقاتی دارہ ہے جو اعلیٰ حضرت خلد اللہ ملکہ وسلطنہ کے جود وسخا سے بہرہ یاب نہیں ہو رہا ہے۔ نیز خود مملکت آصفیہ میں اعلیٰ حضرت سلطان العلوم خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کے ابرِکرم کی وجہ سے علم کے ایسے دو دریا "جامعہ عثمانیہ" "دائرۃ المعارف النظامیہ" موجیں مار رہے ہیں جنہوں نے نہ صرف مملکت آصفیہ کو سیراب کر رکھا ہے بلکہ مشرق ومغرب کے تشنگان علم بھی اس سے سیراب ہو رہے ہیں۔

اس وقت "جامعہ عثمانیہ" اور "دائرۃ المعارف النظامیہ" کے افادہ کی تفصیلات میں جانا ہمارا موضوع نہیں ہے۔ نیز "جامعہ عثمانیہ" اور "دائرۃ المعارف" سے علمی دنیا کو جو فائدہ پہنچ رہا ہے اُس کا مشرق ومغرب کے شناورانِ علم نے نہ صرف اعتراف کیا ہے، بلکہ شاہ دکن وبرار کے حضور میں اپنے جذبات تشکر وامتنان پیش کرنے کی عزت بھی حاصل کی ہے۔

اس وقت میں علمی دنیا کو عربی اقوال وامثال واشعار کے اس مجموعہ سے روشناس کرانا چاہتا ہوں جو باوجود عدیم النظیر ہونے کے کامل ایک ہزار سال تک زاویۂ خمول میں پڑا رہا۔ اور اب اعلیٰ حضرت سلطان العلوم خلد اللہ ملکہ وسلطنہ کی توجہات علمیہ کے سبب منصۂ شہود پر آیا ہے۔ یہ مجموعہ "المجتنیٰ" کے نام سے موسوم اور امام اللغۃ والادب العلامہ ابی بکر محمد ابن الحسن بن درید الازدی البصری (المتوفی بغداد ۳۲۱ھ) کی تالیف ہے۔ اس میں مؤلف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیقؓ وعمرؓ وعثمانؓ وعلیؓ، حسنؓ ابن علی ومعاویہؓ اور بزرجمہر، سقراط، دیوجانس، اسکندر، اسوسیوش، ارسطاطالیس، ہیاجرجیس، انوخرسیس، ہیوفثاغورس، زسیموس، اوریبیدس، ہیوقرطیس، اوفقراطیس، بطلیموس، افلاطن، فیثاغورس، سطراطونیخوس، سخطوریس المغنی، بازیدوس الخطیب کے ان اقوال وامثال کو جمع کیا ہے جو مذہبی، روحانی، اخلاقی، معاشرتی، تمدنی، سیاسی وجذباتی معانی کے حامل اور ادب وبلاغت اور افادہ کے اعتبار سے بےمثل وبےنظیر ہیں اور جن کے مطالعہ سے معاً یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ جس طرح

کلام الٰہی کی گرد کو ادبار و فصحار عرب کا کلام نہ پہنچ سکا۔ اسی طرح پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے مقابلہ میں نہ صرف ادبار و فصحار کا کلام درماندہ ہو کر رہ گیا۔ بلکہ خود خلفار اربعہ اور صحابہؓ کا کلام بھی اس کے مقابلہ میں جگہ نہ پا سکا .... یہ اقوال و امثال ۶۴ صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں باقی صفحات پر مشہور شعرار عرب کے منتخب اشعار و امثالِ منظومہ تحریر ہیں۔ شروع میں مقدمہ ہے جس میں زیر تنقید کتاب کی حیثیت پر بحث کرتے ہوئے مشہور مستشرق المانی دکتور سالم الکرنکوی کا شکریہ ادا کیا گیا ہے جنھوں نے اس کتاب کی تصحیح مکتبہ آکسفورڈ کے نسخوں سے کی ہے .....

صفحہ ۴ تا ۱۰ پر سید ہاشم الندوی صاحب کا لکھا ہوا "ترجمۃ المصنف" ہے جس میں مصنف کے حالات اور علمی تبحر پر تبصرہ کیا گیا ہے لیکن پوری کتاب کے مطالعہ کے بعد بھی یہ نہ معلوم ہو سکا کہ مصنف نے اس کتاب کو اپنی زندگی کے کس دور میں اور کس سنہ میں تصنیف کیا ہے البتہ قیاساً یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب غالباً "الجمہرہ" کے بعد تصنیف کی گئی ہے۔ سب سے آخری صفحہ پر ابی الیمن الکندیؒ جو اس کتاب کے راوی ہیں ان کا ترجمہ ہے لیکن اس میں بھی اس کا تذکرہ نہیں کہ یہ کتاب کب تصنیف ہوئی اور کس طرح ان تک پہونچی؟

اِس کتاب کے متعلق علامہ ابن خلکان تحریر فرماتے ہیں کہ "یہ کتاب باوجود صغیر الحجم ہونے کے بہت زیادہ مفید ہے ہر طالب کے لئے ضروری ہے کہ وہ اِس کے موتیوں کو تلاش کرے اور اس کے معانی سے بہرہ یاب ہو" اس کی تصدیق ہر مطالعہ کرنے والا کرے گا اور عربی زبان جاننے اور جو شخص عربی داں ہونے کے باوجود اس کے مطالعہ سے محروم رہے گا وہ حقیقت میں ایک اچھی کتاب کے مطالعہ سے نہیں بلکہ علم و حکمت کے بیش بہا خزانہ سے محروم رہیگا میری دلی تمنا ہے کہ کوئی باہمت اس بیش قیمت کتاب کو اُردو میں منتقل کر دے تاکہ ہندوستانی زبان جاننے والوں کو بھی اس سے استفادہ کا موقع ملے۔